عصر حاضر کے سیاسی مسائل کا حل اسوۂ رسول ﷺ کے تناظر میں

از: مولانا ظفر دارک قاسمی
ریسرچ اسکالر، شعبۂ سنی دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ

پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے جو بہترین نظامِ زندگی اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر قیامت تک کے لیے ہوسکتا تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء کے ذریعے اپنی کامل اور اکمل ترین شکل میں دے دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد عمر بھر جس لگن اور ذمے داری کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرکے انسانیت کو پستی سے نکال کر رفعت تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، اس کی مثال تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا مثالی طرزِ حکم رانی، جس نے داخلی و خارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست مدینہ میں تبدیل کردیا، اُس کی جھلک ہمہ وقت ہمارے سامنے ہونی چاہیے؛ تاکہ ان مشکل ترین حالات میں ہم اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے مسائل حل کرسکیں۔ زیرنظر مضمون میں ہم نے نبیِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے اُن پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے؛ جو ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ جب بھی کوئی نیا نظام نافذ کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے پہلے ایک ایسی ٹیم تیار کی جاتی ہے جو نہ صرف اس نئے نظام کی جزئیات سے آگاہ ہو؛ بلکہ اس پر غیرمتزلزل یقین بھی رکھتی ہو۔ اسی بنیادی اصول کے پیشِ نظر حضور اکرم ﷺ نے ایک طویل عرصہ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گزارا۔ آپ ﷺ کی انتھک کوششوں کی وجہ سے اچھا خاصا طبقہ مسلمان ہوگیا؛ مگر ابھی ایک ضرورت باقی تھی یعنی ایسا خطۂ زمین جہاں کی آبادی مکمل طور پر یا اکثریت اس نظام کے قبول کرنے پر تیار ہو؛ اس لیے مکہ میں اکثریت غیرمسلموں کی تھی، ایسی حالت میں

اسلامی نظام قانون کا نفاذ بے اثر ہوکر رہ جاتا۔

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی، دوسرے لفظوں میں ریاست کے لیے سیکریٹریٹ قائم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ معاشرے کے معاشی مسائل کے حل کو اوّلیت دی گئی۔ ایک طرف ریاست میں ہنگامی حالت تھی تو دوسری طرف انصارِ مدینہ تھے جن میں متوسط بھی تھے اور کافی مالدار بھی۔ ہمارے ہاں بھی ایک طبقہ معاشی ظلم کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہے اور دوسرا طبقہ کافی متمول ہے۔ ایسی حالت میں محسنِ انسانیت نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک ٹیم موجود تھی جو اسلامی فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھتی تھی۔ اس ٹیم میں شامل لوگوں نے ایک دوسرے کے لیے قربانیاں دیں اور اس طرح دو طبقوں میں جو غیر معقول معاشی فرق تھا، وہ ختم ہوگیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ کی معیشت کا سارا انحصار یہودیوں کے سودی کاروبار پر تھا؛ مگر حضورِ اکرم ﷺ نے مہاجرین سے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی یہودیوں سے سود پر قرض لے کر اپنا کاروبار شروع کر دو؛ کیوں کہ اس طرح معاشی انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل ناممکن تھی؛ بلکہ آپ ﷺ نے انصارِ مدینہ سے فرمایا کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور پھر قرضِ حسنہ کا نظام رائج فرمایا اور جب معاشرے کے افراد عملاً باہمی تعاون کے ذریعے بلاسود قرضوں پر معیشت کو قائم کرنے میں لگ گئے تو آپ ﷺ نے سود کو مکمل طور پر حرام قرار دے کر اس لعنت کو ختم کر دیا۔

آپ ﷺ کی مدنی زندگی بھرپور مصروفیت کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ انتہائی مشکل اوقات میں بھی آپ ﷺ نے اپنی خداداد بصیرت سے سلامتی کی راہیں نکالیں۔ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کی حیثیت مکے سے مختلف ہوگئی تھی؛ کیوں کہ مکہ میں مسلمان ایک مختصر اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے؛ جب کہ یہاں انھیں اکثریت حاصل تھی۔ پھر آپ ﷺ نے شہریت کی اسلامی تنظیم کا آغاز کیا جس میں آپ ﷺ کو منتظمِ ریاست کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اس میں شک نہیں کہ مکی زندگی کے مقابلے میں یہ بڑی کامیابی تھی؛ لیکن پرسکون معاشرے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔

مؤاخات کے طرزِ عمل نے مسلم معاشرے کو استحکام بخشا اور اسے ہر جارحیت کے خلاف مجتمع ہوکر لڑنے میں مدد دی۔ جن لوگوں میں مؤاخات قائم کی گئی تھی، ان کے متعلق دل چسپ اور حیرت انگیز تفصیلات کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔ رسول ﷺ کو مسلمانوں کے درمیان مؤاخات قائم ہوجانے سے اطمینان حاصل ہوگیا۔ منافقین نے مہاجرین وانصار کے درمیان منافرت پھیلانے

کی ہر ممکن کوشش کی؛ مگر مؤاخات نے ان کی چالیں ناکام بنادیں، اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اہلِ مدینہ کو بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے مسلم اور غیرمسلم کسی خاص نکتے پر متفق ہوتے، اہل مدینہ کے باہمی اختلافات کو بھی ہوا نہ ملتی اور مدینہ کے باہر کے لوگ بھی مدینہ منورہ پر حملے کی جرأت نہ کرتے۔ انھیں اغراض ومقاصد کو مدِنظر رکھتے ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چند ہی ماہ بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی، جسے اسی دستاویز میں کتاب اور صحیفہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس دستاویز کو متعلقہ اشخاص سے گفت وشنید کے بعد لکھا گیا۔

دستاویز کے ذریعے شہر مدینہ کو پہلی مرتبہ ''شہری مملکت'' قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا۔ اس معاہدے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی شہری ریاست کو ایک مستحکم نظم عطا کیا اور اس کے لیے خارجی خطرات سے نمٹنے کی بنیاد قائم کی۔ اس دستاویز نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک منتظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست کامیابی تھی۔ دستاویز میں ایک بار لفظ ''دین'' بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر مذہبِ اسلام اور سیاساتِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔

'یہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا معاشرتی ضابطہ قائم کیا، جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ اس سے انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی۔ ارتکابِ جرم پر گرفت اور مؤاخذے نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔ غور فرمایئے کہ سیاسی اور مذہبی زندگی کو ارتقاء کا کتنا بلند مرتبہ حاصل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سیاست اور مدنیت (دونوں) پر دستِ استبداد مسلط تھا اور دنیا فساد وظلم کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

یہ معاہدہ اسلامی ریاست کی بنیاد تھا، یہاں سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نیا رخ اختیار کرتی ہے۔ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر وفراست کے تمام پہلو ایک ایسے مرکز کے قیام کے لیے تھے جہاں سے دعوتِ اسلام مؤثر طریق سے دی جاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ کوششیں ایک مدبر کی تھیں؛ لیکن اب آپ منتظمِ ریاست کے طور پر سامنے آرہے ہیں، لہٰذا آپ کے تدبر کا مطالعہ اسی زاویے سے کرنا ہوگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آپ ﷺ کے پیشِ نظر ایک اہم مقصد صالح معاشرے کا قیام تھا اور اس کے لیے حکومت کا ہونا ناگزیر تھا۔ آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! اقتدار کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔ آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اب ایک اسلامی ریاست کے قیام کی حرکت تیز ہوگئی۔ آپ ﷺ کی حکومت دینی حکومت تھی اور اس کا مقصد دعوتِ دین، اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفس تھا۔ قرآن پاک نے اسلامی ریاست کا مقصد متعین کردیا ہے۔ ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخش دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا اختیار اللہ کے حکم میں ہے۔'' (الحج:۱۴)

یہ آیت آپ ﷺ کی حکومت کے طریقِ کار کو متعین کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حکومت کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ اس انوکھی اور اپنی نوعیت کی منفرد ریاست کے منتظم کا انداز بھی عام حکمرانوں سے یکسر مختلف تھا۔ منتظمِ ریاست کی حیثیت سے آپ ﷺ کے تدبر کی بے شمار مثالیں آپ ﷺ کی حقیقی عظمت کا پتا دیتی ہیں۔

معاشی انصاف قائم کرنے کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے اسلامی مملکت کی داخلی سیاسی پالیسی کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے مدینہ اور اس کے نواحی علاقوں پر مشتمل خطے کو ایک وحدت قرار دیا۔ اس وحدت میں بسنے والے غیرمسلموں کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ ان غیرمسلموں کو مکمل شہری حیثیت دی گئی۔ امورِ داخلہ میں آپ ﷺ نے خصوصی توجہ استحکامِ امن اور اخلاقی تربیت کی طرف رکھی۔ شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے اور استحکام بخشنے کے لیے آپ ﷺ نے مسلسل تدابیر اختیار کیں۔

مؤاخات اور میثاقِ مدینہ کے علاوہ قریبی قبائل سے معاہدے کیے۔ اس طرح مدینے کے گردونواح میں دوستوں کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ آپ ﷺ نے ایک تدبیر اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو تو وہ ہجرت کرکے مدینہ یا مضافات میں آبسے؛ تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی وسیاسی پوزیشن مضبوط ہو۔ اس طرزِ عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان فوج کے لیے محفوظ رضاکاروں میں روزافزوں اضافہ ہوا اور نومسلموں کے لیے تعلیم وتربیت کا انتظام ہوا۔

خارجہ پالیسی کے لیے حضورِ اکرم ﷺ نے امنِ عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کو بنیاد بنایا۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ وجدل پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ طے نہ ہو پاتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت مسلمان کم زور تھے اور غیر مسلموں کی قوت سے خوف زدہ تھے؛ کیوں کہ صحابۂ کرام نے تو جانیں قربان کر دینے کی قسمیں کھائی تھیں؛ مگر ہادیِ کونین ﷺ نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح کر لینا ہی بہتر سمجھا۔

اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کے لیے پُر امن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شرپسند اس راہ میں حائل ہو تو اس حد تک اس کے خلاف کارروائی کی جائے جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اقوام کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے۔ جو قومیں غیر جانبدار رہنا پسند کرتی تھیں، ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا۔

اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی ﷺ کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل ہوگیا۔ طلبہ کے لیے چبوترہ ڈالا گیا جس کو 'صفہ' کہا گیا۔ یہاں یہ طلبہ قیام کرتے تھے۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا؛ اس لیے مسجد نبوی ہی میں عبداللہ بن سعید بن العاص اور عبادہ بن صامت کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔ بعض صحابۂ کرام ﷺ کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنونِ جنگ کی تعلیم بھی ہر جوان کے لیے ضروری قرار دی گئی۔ خواتین گھریلو صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں؛ حتیٰ کہ ایک صحابیہؓ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگادیا تھا، جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

حضورِ اکرم ﷺ کی شخصیت میں عام تقسیم کے مطابق دینی و دنیاوی دونوں حیثیتیں جامع طور پر موجود تھیں۔ آپ ﷺ کی حکومت اساسی طور پر دینی تھی؛ اس لیے آپ کی سیاست بھی دینی تھی۔ انتظامِ سلطنت کے بعض امور وہ تھے جن کا تعلق وحی اور الہام سے ہوتا، اس میں آپ کو کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی، باقی امور میں آپ ﷺ کا معمول تھا کہ مختلف معاملات میں صحابۂ کرام ﷺ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم آپ ﷺ کی الہامی حیثیت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ 'ہم نے آپ ﷺ پر برحق کتاب اتاری؛ تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان اللہ کے احکام کے مطابق حکومت فرمائیں۔' (النساء: ۱۰۵)

رسولِ اکرم ﷺ صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کرتے تھے اور عام اور خاص معاملات ان کے سپرد کرتے، خاص طور پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو دوسروں کی نسبت خصوصیت دیتے۔ یہاں تک کہ وہ عرب جو قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کی سلطنتوں اور ان کے حالات سے واقف تھے، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ ﷺ کا وزیر کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے اس پہلو کو جس کا تعلق عام معاملات سے ہے، قرآن پاک نے مشورے کے اصول سے واضح کیا۔ ''ان سے معاملات میں مشورہ کریں اور پھر جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسا رکھیں۔'' (آل عمران:۱۵۹)

آپ ﷺ کے حسنِ انتظام کا ایک پہلو وہ ملکی تقسیم ہے جس سے سلطنت داخلی طور پر مستحکم ہوئی۔ آپ ﷺ کے عہد میں بعض علاقے بذریعۂ فتح اسلام کے زیرِ نگیں ہوئے اور بعض معاہدے کے تحت قبضے میں آئے۔ جو علاقے فتح کے ذریعے قبضے میں آئے، وہاں آپ ﷺ نے گورنر مقرر کیے۔ مثلاً حجاز اور نجد کے صوبے کا گورنر انھیں بنایا جن کا صدر مقام مکہ تھا اور جو علاقے صلح نامے کے ذریعے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے، ان کے حکم ران وہیں کے امراء رہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا جزیہ دینے پر رضامند ہوگئے ہوں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اسلامی حکومت کا انتظام چلانے کے لیے مختلف اوقات میں عامل (گورنر) مقرر کیے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے عہد میں چوں کہ یمن اور حجاز اسلامی حکومت میں شامل ہو چکے تھے؛ اس لیے آپ ﷺ ان علاقوں میں والی مقرر کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، علم و دانش، عقل و عمل اور فہم فراست کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ امراء کے انتخاب میں حضورِ اکرم ﷺ کی حکمتِ عملی کا ایک اہم جزء یہ تھا کہ جو لوگ والی بننے کی درخواست کرتے ان کی درخواست رد کردیتے۔ افسروں کے انتخاب کے سلسلے میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی قرآن پاک کی اس آیت کی تعبیر تھی۔ ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ عہدے ان کے اہل کو دیے جائیں۔'' (النساء)

اگرچہ رسولِ اکرم ﷺ کے عہد میں احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں تھا؛ مگر حضورِ اکرم ﷺ یہ فرض خود انجام دیا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابلِ اصلاح تھی۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد آپ ﷺ نے ان اصلاحات کو جاری کردیا۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے اصلاحات پر عمل کراتے، جو باز نہیں آتے انھیں سزائیں دیتے۔ آپ ﷺ کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہیں تھا؛ اس لیے صرف اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت کے لیے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے

دیے جائیں۔

اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مجرم کو کسی گھر یا مسجد میں بند کردیا جاتا تھا اور اس کے مخالف کو اس پر متعین کردیا جاتا تھا؛ تاکہ وہ مجرم کو لوگوں سے ملنے نہ دے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے عہد میں دیکھا کہ لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے۔ ان کو اس بات پر سزادی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود ہی وہاں بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا۔'' (بخاری شریف)

آپ ﷺ عمال پر کڑی نگاہ رکھتے، کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے: کیوں کہ حکم ران کی حیثیت ایک داعی کی ہے۔ اگر سلطنت عدل کی جگہ ظلم وتشدد قبول کرلے تو سلطنت کا نظام درہم برہم ہوجائے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا سیکریٹریٹ یا مرکزِ حکومت مسجد نبوی تھا۔ آپ ﷺ تمام وفود اور سفیروں سے یہیں ملاقات کیا کرتے تھے۔ گورنروں اور عمائدینِ حکومت کو ہدایات مسجد نبوی ﷺ سے روانہ کی جاتیں۔ سیاسی و دیگر معاملات میں صحابۂ کرامؓ سے یہیں مشورہ کرتے۔ ہر قسم کی سیاسی اور مذہبی تقاریب کا انعقاد مسجدِ نبوی ﷺ میں ہوتا۔ تاریخ عرب میں ہے ''مسجد مسلمانوں کی مشترکہ عبادت، فوج اور سیاسی اجتماع کی جگہ تھی۔ نماز پڑھانے والا امام ہی اہل ایمان کی فوج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور جملہ مسلمانوں کو حکم تھا کہ ساری دنیا کے مقابلے میں ایک دوسرے کے محافظ ومعاون رہیں۔ مالِ غنیمت مسجد نبوی ﷺ میں آتا تھا اور یہیں پر نبی کریم ﷺ اسے مستحقین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

سطور بالا کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج جو پوری دنیا میں بدامنی اور ابتری کا دور دورہ ہے اسے ختم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ مکی اور مدنی زندگی میں تلاش کریں، آپ نے اپنے دورِ حکمرانی میں تمام نوعِ انسانیت کے ساتھ عدل مساوات اور سماجی برابری کا رویہ اپنایا، لہٰذا ہمارے ملک کی صوبائی ومرکزی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ فوراً امن وسلامتی کی روایت کو مضبوط کریں، تبھی جاکر یہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

❁ ❁ ❁